ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار *

مکاتیب اقبال پر ایک تنقیدی نظر

علامہ اقبال کے خطوط تین لحاظ سے خاص اہمیت کے حامل ہیں :

(۱) ان کے شعری افکار کی توضیح و تشریح کے لیے ۔
(۲) ان کے خیالات کے تدریجی ارتقاء اور پس منظر کی وضاحت کے لیے ۔
(۳) ان کے سوانحی حالات ، کردار اور شخصیت کو سمجھنے کے لیے ۔

میں ان امور پر ایک دوسرے مضمون ''اقبال ، خطوط کے آئینے میں''[۱] تفصیل سے بحث کر چکا ہوں ۔ اقبال خطوں کا جواب لکھنے میں ، اپنے افکار کی وضاحت یا درپیش مسائل پر استفسار کرنے میں خاصے مستعد واقع ہوئے تھے ۔ بعض لوگ انھیں سہل انگار اور عافیت کوش ظاہر کرتے ہیں ۔ ممکن ہے بعض نجی معاملات میں وہ سہل انگار اور عافیت پسند ہوں ، اور اپنے رفیق قدیم غلام بھیک نیرنگ کے بقول[۲] ''قطب از جا نمی جنبد'' کا مصداق نظر آتے ہوں لیکن مکتوب نگاری میں ہم انھیں ایسا نہیں دیکھتے ۔ اقبال نے اپنے زمانۂ طالب علمی سے لے کر وفات تک بے شمار خطوط اردو اور انگریزی میں مختلف احباب اور اصحاب کو لکھے جو بلا مبالغہ ہزاروں کی تعداد میں ہوں گے ۔ اس وقت اقبال کے ہزار سے اوپر خطوط کئی مجموعوں کی صورت میں چھپ کر منظر عام پر آ چکے ہیں اور ابھی بہت سے خطوط ہوں گے جو یا تو ضائع ہو چکے ہیں یا بعض مکتوب الیھم یا ان کے ورثا کے بوسیدہ کاغذات میں مدفون ہوں گے ۔ ہو سکتا ہے ان میں سے کچھ وقت گزرنے کے ساتھ سامنے آ جائیں ۔ خط بنیادی طور پر نجی ہوتا ہے اور اقبال بھی زندگی کے اس اصول اور معمول کے مطابق طباعت کے احساس سے بے نیاز ہو کر خطوط لکھتے رہے ، سوائے ان خطوں کے جو کسی مسئلے کی وضاحت کے لیے کسی اخبار وغیرہ کو لکھے جاتے تھے ۔ اقبال کی زندگی میں ان کے خطوط کا کوئی مجموعہ نہیں چھپا تھا ، البتہ خواجہ حسن نظامی نے ان کے چند خطوط ''اتالیق خطوط نویسی'' میں چھاپ دیے تھے تو انھیں بہت پریشانی ہوئی تھی[۱] کیونکہ ان کے نزدیک ''خطوط ہمیشہ عجلت میں لکھے

---

* ایسوسی ایٹ پروفیسر شعبۂ اردو پنجاب یونیورسٹی لاہور
۱۔ مطالعۂ اقبال ، مرتبہ گوہر نوشاہی ، ص ۲۲
۲۔ مکاتیب اقبال بنام نیاز الدین خاں ، ص ۲۴

جاتے ہیں اور ان کی اشاعت مقصود نہیں ہوتی" ۔ اقبال کی وفات کے چند برس بعد جب ان کے خطوط کے ایک دو مجموعے شائع ہوئے تو اسی لیے بعض محبان اقبال کو اس پر تشویش ہوئی اور اس سلسلے کو روکنے کی کوشش کی گئی ۔ ممکن ہے کچھ لوگوں کا اب بھی یہی خیال ہو ، اور اس وجہ سے بھی شاید کئی خطوط رکے ہوئے ہوں ۔ بہر کیف ، اس وقت تک مکاتیب اقبال کے جو مجموعے سامنے آ چکے ہیں ، ان کی کیفیت یہ ہے :

۱۔ شاد اقبال :

یہ اقبال کے اردو خطوط کا پہلا مجموعہ ہے جسے ڈاکٹر سید محی الدین قادری زور نے اقبال کی وفات (۱۹۳۸ء) اور شاد کے انتقال (۱۹۴۰ء) کے بعد مرتب کر کے حیدر آباد (دکن) سے ۱۹۴۲ء میں شائع کیا ۔ علامہ اقبال اور مہاراجہ سرکشن پرشاد ، شاد کی باہمی مراسلت بہت اہم اور کئی سال پر محیط ہے۔ اس مجموعے میں اقبال کے ۴۹ اور مہاراجہ کے ۵۲ خطوط شامل ہیں جو یکم اکتوبر ۱۹۱۶ء اور ۴ جنوری ۱۹۲۷ء کے دوران لکھے گئے۔ چند برس قبل اقبال اکیڈمی کو شاد کے نام اقبال کے پچاس خطوط کا ایک اور ذخیرہ مل گیا جسے عبداللہ قریشی نے مرتب کر کے صحیفہ اقبال نمبر حصہ اول (۱۹۷۳ء) میں شائع کر دیا ۔ اس ذخیرے میں ۱۹۱۳ء سے ۱۹۲۲ء کے درمیانی عرصے کے خطوط ہیں ۔ اس طرح شاد کے نام اقبال کے کل ۹۹ خطوط منظر عام پر آ چکے ہیں ۔ اقبال نامہ حصہ دوم میں بیس خطوں کا انتخاب ہے ۔ ۱۸ "شاد اقبال" سے لیے گئے ہیں اور بقیہ دو صحیفہ اقبال نمبر میں شامل ہیں ۔ کوشش کی جائے تو شاد کے نام اقبال کے اور خطوط بھی دستیاب ہو سکتے ہیں ۔ قیاس ہے کہ شاد سے اقبال کی خط کتابت ۱۹۱۰ء سے پہلے شروع ہوئی۔ اگر پہلے خطوط ضائع ہو گئے ہوں تو ۱۹۲۷ء کے بعد بھی تو خط لکھے گئے ہوں گے ۔ کہا جاتا ہے کہ مہاراجہ اس مراسلت کا ریکارڈ محفوظ رکھتے تھے ۔ صحیفہ میں صرف اقبال کے خط چھپے ہیں ، شاد کے خطوط نہیں ہیں ۔ بہر کیف اس مجموعے کی تدوین نو ضروری ہے ۔ لیکن موجودہ صورت میں نہیں ۔ بلکہ شاد اور اقبال کے خطوط کے دو الگ الگ حصے کر دیے جائیں ۔

۲۔ اقبال کے خطوط جناح کے نام :

یہ اقبال کے ۱۳ انگریزی خطوط کا مجموعہ ہے جو ۱۹۴۲ء میں قائداعظم کے دیباچے کے ساتھ چھپا اور اس کے چند اردو تراجم بھی چھپ چکے ہیں۔ یہ خطوط مئی ۱۹۳۶ء اور نومبر ۱۹۳۷ء کے دوران لکھے گئے اور تاریخی لحاظ سے از حد اہم ہیں ۔ اس کے ساتھ اگر قائداعظم کے خطوط بھی دستیاب ہو جائیں

تو اس سے تاریخ کا ایک باب مکمل ہو جاتا ہے ۔ قائداعظم نے پیش لفظ میں لکھا ہے کہ اس زمانے میں کسی دفتری سہولت کے نہ ہونے کی وجہ سے وہ اپنے ہاتھ ہی سے ان خطوط کا جواب لکھتے رہے لیکن ۱۹۴۲ء میں یہ خطوط نہ مل سکے ۔ اقبال مشاہیر کے خطوط حفاظت سے رکھتے تھے ۔ امکان ہے کہ یہ خطوط بھی کہیں نہ کہیں موجود ہوں گے ۔ ان کی تلاش ایک اہم قومی فریضہ ہے ۔

۳۔ اقبال نامہ ، حصہ اول :

اقبال کے ۲۶۷ خطوط کا یہ مجموعہ شیخ عطاء اللہ لیکچرار معاشیات علی گڑھ یونیورسٹی نے ۱۹۴۵ء میں مرتب کر کے باہتمام شیخ محمد اشرف لاہور سے شائع کیا ۔ بارہ خطوط کے عکس بھی شامل ہیں ۔ اس مجموعے کے مکتوب الیہم کی تعداد ۵۲ ہے جن میں احسن مارہروی ، حبیب الرحمن شروانی ، منشی سراج الدین ، مولوی سراج الدین پال ، مولانا اسلم جیراجپوری ، سردار عبدالرب نشتر ، اکبر شاہ نجیب آبادی ، ڈاکٹر سید ظفر الحسن ، سید سلیمان ندوی ، ظفر احمد صدیقی ، سید غلام بھیک نیرنگ ، مولانا عبدالماجد دریا بادی ، سر راس مسعود ، پیر مہر علی شاہ ، مس فارقوہرسن کے نام قابل ذکر ہیں ۔ بیشتر خطوط اردو میں لکھے گئے ہیں ، بعض انگریزی سے اردو میں ترجمہ کیے گئے ہیں ۔

۴۔ اقبال :

عطیہ بیگم کی علامہ اقبال پر یہ کتاب پہلی بار ۱۹۴۷ء میں شائع ہوئی جس میں مس عطیہ فیضی کے نام اقبال کے ۹ انگریزی خطوط اور کچھ اردو ، فارسی نظموں کے عکس شامل ہیں ۔ دیباچے اور حواشی میں عطیہ بیگم نے اپنے ڈائری نما حواشی کے حوالے سے انگلستان اور جرمنی کے بعض کوائف بیان کیے ہیں اور خطوں اور نظموں کی وضاحت کی ہے (اقبال نامہ حصہ دوم میں ان خطوط کا ترجمہ بعض مقامات پر حذف و اضافے کے ساتھ شامل ہے)

۵۔ اقبال نامہ ، حصہ دوم :

اقبال کے ۱۸۷ خطوط کا یہ دوسرا مجموعہ بھی شیخ عطاء اللہ (استاد شعبۂ معاشیات ہیلی کالج آف کامرس لاہور) نے قیام پاکستان کے چار سال بعد ۱۹۵۱ء میں لاہور سے باہتمام شیخ محمد اشرف شائع کیا ۔ اس مجموعہ کے مکتوب الیہم کی تعداد ۳۴ ہے جن میں قائداعظم محمد علی جناح ، اکبر الہ آبادی ، مولوی عبدالحق ، مس عطیہ فیضی ، مہاراجہ کشن پرشاد ، صاحب زادہ آفتاب احمد ، خواجہ حسن نظامی کے نام قابل ذکر ہیں ۔ اس مجموعہ میں بھی کئی خطوط

انگریزی سے ترجمہ ہیں۔ ماخذ کا حوالہ بعض جگہ دیا گیا ہے بعض جگہ نہیں دیا گیا۔ اقبال نامہ کے مرتب شیخ عطاء اللہ کا جذبہ و شوق قابل داد ہے کہ انہوں نے مناسب وقت پر مکاتیب اقبال کی جمع آوری کا کام شروع کیا اور چند سال میں حضرت علامہ کے بہت سے متفرق خطوط اکٹھے کر کے انہیں اقبال نامہ حصہ اول و دوم میں شائع کر دیا۔ مکاتیب اقبال کے یہ مجموعے از بس قیمتی ہیں لیکن تدوین کے اعتبار سے یہی مجموعے سب سے زیادہ ناقص بھی ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ مرتب نے مکاتیب کی ترتیب و تدوین کا کوئی اصول و معیار پیش نظر نہیں رکھا۔ شاید وہ اس فن کے آدمی بھی نہیں تھے۔ متن اور ترجمے کی صحت ، مکتوب الیہم کی شخصیت اور مکتوب نگار سے تعلق ، تاریخوں کی تعیین کو غیر ضروری سمجھا گیا ہے۔ بعض جگہ خطوں کی اصلیت تک بھی پرکھنے کی کوشش نہیں کی گئی۔ بس ، جذب و شوق میں جو چیز کہیں سے ملی ، اسے شامل کر لیا گیا۔ اسی لیے اقبال نامہ کے خطوط کی کئی خامیوں پر انگشت نمائی کی گئی ہے اور بعض خطوں کو تو جعلی بھی کہا گیا ہے۔ مثلاً لمعہ صاحب رئیس ٹونڈہ کے نام اقبال کے سارے نہیں تو کچھ خطوط ایسے ضرور ہیں جن کی اصلیت مشکوک ہے اور ان کے جعلی ہونے کی داخلی شہادت واضح طور پر ملتی ہے۔

۶۔ مکاتیب اقبال :

اقبال کے ۹۷ اردو خطوط کا مجموعہ جو انہوں نے ۱۹ جنوری ۱۹۱۶ء سے ۱۵ جون ۱۹۲۸ء کے دوران بستی دانشمنداں (جالندھر) کے خان نیاز الدین خاں کو لکھے۔ اصل خطوط خاں موصوف کے صاحب زادوں کے پاس تھے اور ان کی نقل مطابق اصل کی تصدیق ڈاکٹر جسٹس ایس۔ اے رحمان نے کر کے اس کا پیش لفظ بھی لکھا ہے۔ یہ مجموعہ بزم اقبال لاہور نے ۱۹۵۴ء میں شائع کیا۔ دو خطوں کے عکس بھی شامل ہیں۔ اس مجموعے کے صرف دو خطوط اقبال نامہ حصہ دوم میں ہیں۔ یہ مجموعہ حواشی اور تعلیقات سے بے نیاز ہے۔ البتہ متن خاصی محنت سے تیار کیا گیا اور پچپن صفحات پر صحت کے ساتھ ٹائپ میں چھاپا گیا ہے۔

۷۔ مکتوبات اقبال :

سید نذیر نیازی کے نام اقبال کے خطوط ، طبع لاہور ، ستمبر ۱۹۵۷ء ، شائع کردہ اقبال اکیڈمی کراچی۔ ۱۸۲ مکاتیب کا یہ مجموعہ ۱۹۲۹ء اور ۱۹۳۶ء کے درمیانی عرصے میں لکھے گئے خطوط پر مشتمل ہے جب سید نذیر نیازی جامعہ ملیہ دہلی میں استاد تھے۔ دو مختصر خطوط ۱۹۳۷ء کے ہیں جب

نذیر نیازی صاحب لاہور آ چکے تھے اور ایک خط ۱۹۱۲ء کا ہے جو نیازی صاحب کے والد محترم کو اقبال نے لکھا تھا ۔ دو مختصر خط انگریزی میں ہیں ، باقی سب اردو میں ۔ یہ مجموعہ مکاتیب اس لحاظ سے منفرد ہے کہ اسے مکتوب الیہ نے خود مرتب کر کے اس کے پس منظر اور پیش منظر پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے ۔ چھوٹی چھوٹی جزئیات بھی اس میں آ گئی ہیں ۔ خطوط کو سنہ وار اور تاریخ وار مرتب کیا گیا ہے ۔ بعض کتابوں کی طباعت اور خطبات کے ترجمے سے لے کر حضرت علامہ کی بیماری تک بہت سی تفصیلات اس میں آ گئی ہیں ۔ مرتب کو واقعاتی تصریحات کے کہیں ضرورت سے زیادہ طویل ہو جانے کا خود بھی احساس ہے لیکن اس مجموعے کی خاص نوعیت کے اعتبار سے یہ طوالت گوارا ہے ۔ تاہم شخصی واقعات کو برقرار رکھتے ہوئے خارجی احوال و کوائف میں تحدید کی جا سکتی ہے۔ یہ واقعات تفصیل سے تاریخوں میں آ جاتے ہیں ۔ اس مجموعے کی ترتیب و طباعت میں ایک بات البتہ کھٹکتی ہے کہ اس میں مکاتیب کا متن خفی قلم میں اور حواشی جلی قلم میں پیش کیے گئے ہیں ، حالانکہ صورت اس کے برعکس ہونی چاہیے تھی ۔

۸۔ انوار اقبال :

مرتبہ بشیر احمد ڈار، طبع کراچی مارچ ۱۹۶۷ء ، ناشر اقبال اکیڈمی کراچی، یہ اقبال کی متفرق تحریروں کا مجموعہ ہے جس میں مضامین ، تبصرے ، کتابوں پر آراء اور مختلف لوگوں کے نام خطوط بھی ہیں ۔ بعض خطوں کے عکس بھی دیے گئے ہیں ۔ ترتیب کا کوئی خاص اصول سامنے نہیں رکھا گیا ۔ عجلت اور روا روی میں منتشر مواد کو یکجا کر دیا گیا ہے۔ حتیٰ کہ خطوط کی تعداد کا بھی کہیں ذکر نہیں کیا گیا ۔ غالباً جس طرح یہ تحریریں اقبال اکیڈمی کو ملتی گئیں کاتب کے حوالے ہوتی گئیں ۔ خطوط کی تعداد تقریباً ایک سو نوے ہے جو جا بجا بکھرے ہوئے ہیں ۔ کہیں مختصر حواشی دیے گئے ہیں کہیں اس کی ضرورت نہیں سمجھی گئی ۔ مکتوب الیہم کے مختصر حالات بھی جہاں آسانی سے مل سکے ہیں ، دے دیے گئے ہیں ۔ مجموعہ اہم ہے لیکن تدوین از حد ناقص ۔

۹۔ لیٹرز اینڈ رائیٹنگز آف اقبال :

مرتبہ بشیر احمد ڈار، طبع کراچی نومبر ۱۹۶۷ء ، ناشر اقبال اکیڈمی۔ یہ بھی اقبال کی متفرق انگریزی تحریروں (مضامین، تقاریر، بیانات، خطوط) کا مجموعہ

ہے - خطوط کی تعداد ۳۴ ہے - بعض خطوط کا اردو ترجمہ دوسرے مجموعوں میں چھپ چکا ہے - انگریزی متن اس میں پہلی بار چھپا ہے - ترتیب و تدوین میں یہاں بھی کوئی اصول و معیار پیش نظر نہیں رکھا گیا - ماخذ کا حوالہ دینے کی ضرورت نہیں سمجھی گئی - البتہ کہیں کہیں مختصر حواشی دے دیے گئے ہیں -

۱۰- مکاتیب اقبال بنام گرامی :

مرتبہ محمد عبداللہ قریشی ، طبع لاہور اپریل ۱۹۶۹ء ناشر اقبال اکیڈمی - غلام قادر گرامی کے نام اقبال کے ۹۰ مکاتیب کا یہ مجموعہ ۱۱ مارچ ۱۹۱۰ سے ۳۱ مارچ ۱۹۲۷ء تک خطوط پر مشتمل ہے - اقبال اور گرامی کے ایک ایک خط کا عکس بھی دیا گیا ہے - گرامی کا انتقال ۲۷ مئی ۱۹۲۷ء کو ہوا - وہ عمر میں اقبال سے تقریباً بیس سال بڑے تھے لیکن وہ اقبال کے ان بے تکلف اور مخلص احباب میں سے تھے جن کا تعلق لاہور کے ابتدائی زمانۂ قیام سے ہوا اور پھر مدۃ العمر یہ ساتھ رہا - گرامی کے نام اقبال کے خطوط کی تعداد شاید اس سے زیادہ ہو ، بہر حال جو زمانے کی دستبرد سے بچ گئے ہیں وہ حیات اقبال اور فکر و فن کے مطالعے کے لیے از حد اہم ہیں - مرتب نے گرامی کے حالات زندگی پر مشتمل طویل مقدمہ بھی لکھا ہے اور خطوں کے ساتھ ساتھ بعض واقعات اور شخصیات کے بارے میں حواشی اور تعلیقات بھی دیے ہیں ، جو مرتب کی محنت و جستجو کا حاصل ہیں لیکن بعض صورتوں میں تعلیقات بہت طویل ہو کر مونوگراف کی صورت اختیار کر لیتے ہیں اور خطوط سے توجہ ہٹ جاتی ہے - مکتوب الیہ کی دلچسپ شخصیت اور مکتوب نگار سے بے تکلف مراسم کی بنا پر اس مجموعے کی بھی انفرادی حیثیت ہے - اس مجموعے کو آئندہ چھاپتے وقت اس امر کو ملحوظ رکھا جائے تو بہتر ہے کہ خطوط کا متن پہلے دیا جائے اور تعلیقات متن کے بعد دیے جائیں - مختصر حواشی پائین شذرے کے طور پر بھی دیے جا سکتے ہیں لیکن طویل شذرات (شخصیات سے متعلق الگ اور واقعات سے متعلق الگ) متن کے بعد آئیں تو مناسب ہیں -

۱۱- خطوط اقبال :

مرتب رفیع الدین ہاشمی ، شائع کردہ مکتبۂ خیابان ادب لاہور ، ۱۹۷۶ء - اقبال کے ایک سو گیارہ غیر مدون مکاتیب کا مجموعہ ہے - بعض خطوط دوسرے مجموعوں میں بھی ہیں لیکن مرتب نے متن کی تصحیح کر کے انھیں اس

مجموعے میں شامل کیا ہے ۔ شروع میں مکاتیب اقبال کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ بھی پیش کیا گیا ہے ۔ آخر میں حواشی و تعلیقات دیے گئے ہیں ۔ مکاتیب اقبال کی تدوین نو کے سلسلے میں چند تجاویز بھی پیش کی گئی ہیں ۔ ان تجاویز کے مطابق اس مجموعے کو معیاری بنانے کی کوشش کی گئی ہے۔ متن کی تصحیح کے علاوہ بعض تاریخوں کو بھی درست کیا گیا ہے ۔ تاہم اس میں بھی کچھ غلطیاں راہ پا گئی ہیں ۔ مزید توجہ سے یہ بہ آسانی درست ہو سکتی تھیں ۔

۱۲- روح مکاتیب اقبال :

مرتبہ محمد عبداللہ قریشی ، جشن صد سالہ اقبال (۱۹۷۷ء) کے موقع پر اقبال اکیڈمی لاہور نے شائع کیا ۔ یہ خطوط کا کوئی نیا مجموعہ نہیں ، بلکہ مذکورہ بالا مجموعہ ہائے مکاتیب میں سے ۱۲۳۳ خطوں کے اقتباسات تاریخ وار جمع کر دیے گئے ہیں ۔ بقول مرتب :

"میں نے ان تمام مجموعوں کے خطوط کو یک جا کر کے پہلے تاریخ وار کیا ہے ، پھر ہر خط کی اقبال ہی کے الفاظ میں تلخیص کر کے گویا دریا کو کوزے میں یا سمندر کو صدف میں بند کر دیا ہے ۔ بالفاظ دیگر خطوں کا عطر کھینچ لیا ہے ، جو موسم گل کی عدم موجودگی میں بھی اپنی بو باس سے مشام جاں کو معطر کر سکتا ہے ۔"

(روح مکاتیب اقبال ۔ صفحہ ٦٧)

مرتب کی اس مرصع توصیف کے بعد کسی دوسرے کے لیے مزید کچھ کہنے کی گنجائش نہیں رہ جاتی ۔ بہر کیف عام قارئین کے مطالعے کے لیے یہ مجموعہ بھی مناسب ہے ۔

مکاتیب اقبال کے اس ذخیرے کی از سر نو ترتیب و تدوین کی از بس ضرورت ہے ۔ "روح مکاتیب اقبال" تو محض ایک خلاصہ نگاری ہے۔ خلاصہ نگار اپنے زاویۂ نظر سے تلخیص و انتخاب کرتا ہے ۔ ضروری نہیں کہ یہ انتخاب ہر کسی کے لیے اطمینان بخش ہو ۔ حقیقت میں خطوں کا انتخاب شعروں کے انتخاب سے بھی مشکل تر مسئلہ ہے کیونکہ خط ایک ایسا ہشت پہلو نگینہ ہوتا ہے جس کے ہر پہلو کی اہمیت زاویۂ نظر بدل جانے سے اور ہو جاتی ہے ۔ اس لیے خطوط کو مکمل صورت ہی میں چھپنا چاہیے ۔ مذکورہ بالا مجموعوں میں اقبال بنام شاد ، اقبال بنام جناح ، اقبال بنام نیاز الدین خاں ، اقبال بنام نذیر نیازی ، اقبال بنام گرامی ، مستقل نوعیت کے مجموعے ہیں ۔ باقی مجموعوں کی ترتیب بدلنی پڑے گی ۔ سید سلیمان ندوی کے نام اقبال کے خطوط کی تعداد اور نوعیت ایسی ہے کہ اسے بھی ایک الگ مجموعہ بنایا جا سکتا

ہے ۔ اکبر اور اقبال کے مزید خطوط دستیاب ہو جائیں تو اس اہم مراسلت کا بھی الگ مجموعہ بن سکتا ہے ۔ باقی اہم شخصیتوں (مشاہیر) اور نسبتاً کم اہم اور متفرق شخصیتوں کے نام اقبال کے خطوں کو دو الگ مجموعوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ انگریزی خطوط کا مجموعہ الگ چھپنا چاہیے اور اس کا مستند اردو ترجمہ الگ چھپے تو مناسب ہے۔ اس طرح اقبال کے مکاتیب کے مجموعوں کی تعداد تو تقریباً دس ہو جائے گی لیکن ان مجموعوں کی انفرادی اہمیت بھی برقرار رہ سکے گی اور حواشی اور تعلیقات دینے میں بھی آسانی رہے گی ۔ اردو، انگریزی مکاتیب کے کلیات مع تعلیقات و حواشی چھاپنے سے ضخامت بے طرح بڑھ جائے گی اور مذکورہ مجموعوں کی انفرادیت بھی ختم ہو جائے گی جو حوالے اور عام مطالعے کے لیے بھی بہتر صورت نہ ہوگی ۔

مکاتیب اقبال کی تدوین نو میں مندرجہ ذیل امور بھی پیش نظر رہنے چاہیئیں :

(۱) جہاں تک ممکن ہو اصل خطوط یا ان کے عکس حاصل کیے جائیں اور متن کی تصحیح میں ان کو پیش نظر رکھا جائے۔

(۲) اقبال اکثر خطوط قلم برداشتہ لکھتے تھے ۔ قلم برداشتہ لکھتے وقت کوئی حرف یا لفظ چھوٹ جانا قدرتی بات ہے ۔ ایسے موقعوں پر فقرے کی ساخت درست کرنے یا مفہوم پورا کرنے کے لیے ضروری ہو تو چھوٹا ہوا حرف یا لفظ قوسین میں لکھ دیا جائے۔

(۳) مکتوب الیہم کا مختصر سا تعارف اور اقبال سے تعلقات کی نوعیت شروع میں اختصار کے ساتھ بیان کر دی جائے۔

(۴) مکاتیب میں مذکور شخصیتوں اور خاص واقعات کے بارے میں مختصر حواشی و تعلیقات دیے جائیں ۔ مختصر حواشی متن میں پائیں شذرے کے طور پر دیے جا سکتے ہیں اور تعلیقات متن کے آخر میں ہوں تو بہتر ہیں ۔ سید سلیمان ندوی نے اپنے نام خطوط میں مختصر حواشی بھی دیے ہیں ، ان حواشی کو بدستور رکھتے ہوئے ان کے ساتھ قوسین میں (س) لکھ دیا جائے۔ حواشی اور تعلیقات وغیرہ کے بارے میں سب مجموعوں میں یکساں طریق کار اختیار کیا جائے۔ غیر ضروری طوالت سے حتی الامکان گریز کیا جائے۔

(۵) مکاتیب کی تاریخ تحریر کو بھی تحقیق و تنقید کی روشنی میں حتی الوسع درست کیا جائے، کیونکہ انھی کی بنیاد پر حیات اقبال اور فکر اقبال کے بہت سے گوشوں کا صحیح تعین ممکن ہے ۔

مکاتیب اقبال کے مجموعوں میں کئی خطوط کی تاریخوں میں التباس موجود ہے ۔ یا تو خود مکتوب نگار سے تاریخ لکھتے وقت سہو ہوا ہے ، یا مرتبین سے پڑھتے وقت

یا کتابت کے کسی مرحلے پر غلط تاریخ لکھ دی گئی اور پھر یہ غلط سلسلہ آگے چلتا رہا حتیٰ کہ اس سلسلے کا آخری مجموعہ ''روح مکاتیب اقبال'' جو تاریخ وار مرتب کیا گیا ہے انھی اغلاط سے مملو ہے۔ تاریخ کی سب سے زیادہ اغلاط اقبال نامہ میں ہیں لیکن اس کے مرتب کو صرف ایک جگہ تاریخ کے غلط ہونے کا احساس ہوا ہے۔ اقبال نامہ، حصہ اول کے خط نمبر ۱۲۹ (مسلسل) کی تاریخ محررہ ۵ جنوری ۱۹۲۹ء پر مرتب نے یہ حاشیہ دیا ہے:

''اس خط کی تاریخ جیسا کہ عام اتفاق ہوتا ہے سال بھر کی عادت کی وجہ سے جنوری ۱۹۲۹ء لکھ گئے ہیں حالانکہ جنوری ۱۹۳۰ء لکھنا چاہیے تھا۔ سید راس مسعود ۱۹۲۹ء میں علی گڑھ کے وائس چانسلر ہو کر آئے تھے اور اقبال دسمبر ۱۹۲۹ء کے آخری ہفتہ میں علی گڑھ آئے۔'' (صفحہ ۲۴۰)

اقبال خطوط میں اختصار ملحوظ رکھتے تھے اور خط بالعموم قلم برداشتہ لکھتے تھے۔ راویان اقبال بھی اس بات کے شاہد ہیں اور اقبال کے اصل خطوط یا خطوں کے عکس بھی یہی ظاہر کرتے ہیں۔ تاریخ میں پورا سنہ شاید ہی کسی خط میں لکھا ہو ورنہ پہلے دو ہندسے لکھتے تھے۔ یہ بات بھی ان کی عجلت اور اختصارپسندی کو ظاہر کرتی ہے۔ مہینے کا نام حروف میں لکھتے تھے اور نقطے اکثر نہیں ڈالتے تھے۔ مہینے کی تاریخ ہندسے میں ہوتی تھی اور اس کے بعد ترچھی لکیر یا ڈیش ڈالتے تھے۔ اس معمول اور عجلت کی وجہ سے کہیں کہیں تاریخ لکھنے میں ان سے سہو ہوا ہے اور بعض جگہ مرتبین سے پڑھتے وقت سہو ہوا ہے۔ اب تاریخوں کی تصحیح کی ممکن صورت یہ ہے کہ خطوط کے داخلی شواہد سے مدد لی جائے۔ سب خطوں میں تو شاید یہ ممکن نہ ہو لیکن جہاں کہیں کسی خط میں کوئی اہم واقعہ یا حوالہ ایسا ملے جو تاریخ کی تعیین میں مدد دے سکے، اسے پیش نظر رکھنا چاہیے۔ اس نقطۂ نظر سے راقم نے کچھ خطوط کی تاریخوں کو متعین کیا ہے۔ اس کے مطابق اس کام کو مزید وسعت دی جا سکتی ہے۔

پہلے ایک تاریخ کو لے کر اس پر قدرے تفصیل سے بحث کی جاتی ہے، پھر کچھ مکتوبات کی تاریخوں کی نشان دہی مختصر طور پر کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

اقبال کا ایک خط مع عکس اقبال نامہ حصہ اول میں صفحہ ۲۰۶ پر چھپا ہے۔ یہ خط میر سید غلام بھیک نیرنگ کے نام ہے۔ خط کا مکمل متن درج ذیل ہے:

لاہور، ۴ر جنوری ۲۲ء

مخدومی میر صاحب، السلام علیکم

آپ کا خط ابھی ملا ہے جس کے لیے سراپا سپاس ہوں۔

میں آپ کو اس اعزاز کی خود اطلاع دیتا ، مگر جس دنیا کے میں اور آپ رہنے والے ہیں اس دنیا میں اس قسم کے واقعات احساس سے فروتر ہیں ۔ سیکڑوں خطوط اور تار آئے اور آ رہے ہیں اور مجھے تعجب ہو رہا ہے کہ لوگ ان چیزوں کو کیوں گراں قدر جانتے ہیں ۔ باقی رہا وہ خطرہ جس کا آپ کے قلب کو احساس ہوا ہے ، سو قسم ہے خدائے ذوالجلال کی جس کے قبضہ میں میری جان اور آبرو ہے اور قسم ہے اس بزرگ و برتر وجود کی جس کی وجہ سے مجھے خدا پر ایمان نصیب ہوا اور مسلمان کہلاتا ہوں ، دنیا کی کوئی قوت مجھے حق کہنے سے باز نہیں رکھ سکتی ۔ انشاء اللہ

اقبال کی زندگی مومنانہ نہیں لیکن اس کا دل مومن ہے ۔ مقدمہ سجاد حسین میں میں نے محض اپنا فرض ادا کیا ۔ شکریے کا مستحق نہیں ہوں ۔ امید کہ مزاج بخیر ہوگا ، والسلام

مخلص ، محمد اقبال

اقبال نامہ حصہ اول ہی میں صفحہ ۲۳۳ پر مولانا عبدالماجد دریا بادی کے نام خط ہے ۔ اس پر تاریخ محررہ ٦ جنوری ۲۲ء درج ہے اور موضوع محولہ بالا خط والا ہی ہے :

”مخدومی ، السلام علیکم ۔ نوازش نامے کے لیے سراپا سپاس ہوں ۔ آپ کے مختصر الفاظ نے اس موقع پر میرے جذبات کی نہایت صحیح ترجمانی کی ہے ۔ حالات مختلف ہوتے تو میرا طریق عمل بھی اس بارے میں مختلف ہوتا ۔ لیکن یہ بات دنیا کو عنقریب معلوم ہو جائے گی کہ اقبال کلمہ حق کہنے سے باز نہیں رہ سکتا ۔ ہاں کھلی کھلی جنگ اس کی فطرت کے خلاف ہے ۔“

مکاتیب اقبال بنام گرامی میں یہی موضوع خط نمبر ٦۰ صفحہ ۱۸۷ میں موجود ہے جس کا پورا متن درج ذیل ہے :

لاہور ، ۷ ، جنوری ۲۲ء

ڈیر مولانا گرامی ۔ السلام علیکم !

کئی روز ہوئے خط لکھا تھا جس کا جواب آپ کے ذمہ ہے ، خدا کرے آپ بخیریت ہوں ۔ آپ نے سن لیا ہوگا کہ امسال اقبال خلاف توقع خطاب یافتہ ہو گیا ۔ اس اعزاز کی اطلاع میں آپ کو خود دیتا مگر جس دنیا کے میں اور آپ رہنے والے ہیں ، وہاں اس قسم کے واقعات احساس انسانی سے بہت نیچے ہیں :

نہ من بر مرکب ختلی سوارم نہ از وابستگ ، شہریارم

مرا اے ہم نفس دولت ہمیں بس چو کاوم سینہ را ، لعلے بر آرم

خیر خیریت جلد لکھیے ، گھر میں میری طرف سے آداب ۔ آپ لاہور کب تک آئیں گے ؟

مخلص محمد اقبال ، لاہور

اقبال کو نائٹ ہڈ (سر) کا خطاب نئے سال کے اعزازات کے سلسلے میں یکم جنوری ۱۹۲۳ء کو ملا تھا ۔ ان خطوط میں حسب عادت نئے سنہ کی بجائے گزشتہ سنہ قلم برداشتہ لکھ دیا گیا ۔ اقبال نامہ کے مرتب اس سہو پر توجہ نہ دے سکے ۔ لیکن تعجب ہے کہ مکاتیب اقبال بنام گرامی کے مرتب بھی ، جنھوں نے ماشاء اللہ ان خطوط کے ساتھ طویل تعلیقات کا التزام کیا ہے، اس واضح فروگزاشت کو صرف نظر کر گئے اور دلچسپ بات یہ ہے کہ گرامی کے نام خط نمبر ۶۰ سے پہلے خط نمبر ۵۵ تا ۵۹ کی تاریخیں بالکل قریب ہیں ۔ خط نمبر ۵۵ محررہ ۲۵ دسمبر ۲۱ء ، خط نمبر ۵۶ محررہ ۲۹ دسمبر ۲۱ء ، خط نمبر ۵۷ محررہ ۳۰ دسمبر ۲۱ء ، خط نمبر ۵۸ محررہ ۵ جنوری ۲۲ء ، اور خط نمبر ۵۹ محررہ ۶ جنوری ۲۲ء ، دیکھنے کی بات یہ تھی کیا ۷ جنوری سے پہلے ۵ اور ۶ جنوری کے خطوں میں یہ اطلاع نہیں دی جا سکتی تھی ؟ اور پھر محولہ بالا خط کے متن کی پہلی سطر پر غور کیا جاتا ”کئی روز ہوئے خط لکھا تھا جس کا جواب آپ کے ذمے ہے“ تو پچھلے پانچ خطوط کے ہوتے ہوئے جو دس بارہ روز کے دوران لکھے گئے ، یہ فقرہ نہ لکھا جاتا ۔ اس طرح یہ بات واضح ہو جاتی کہ ۷ جنوری کا خط دراصل ۱۹۲۲ء میں نہیں بلکہ ۱۹۲۳ء میں لکھا گیا ۔

”روح مکاتیب اقبال“ میں بھی ، جس میں خطوط کی تلخیص سنہ وار اور تاریخ وار پیش کی گئی ہے ، محولہ بالا تینوں خطوط (بنام میر غلام بھیک نیرنگ ، بنام مولانا عبدالماجد دریا بادی ، بنام مولانا گرامی) کے خلاصے ۴ جنوری ۱۹۲۲ء ، ۶ جنوری ۱۹۲۲ء اور ۷ جنوری ۱۹۲۲ء کی تاریخوں کے مطابق دیے گئے ہیں (روح مکاتیب اقبال صفحہ ۲۷۴ ، ۲۷۵ ، ۲۷۷) اور پھر طرفہ ماجرا یہ ہے کہ اسی موضوع پر مہاراجہ کشن پرشاد کے نام اقبال کا ایک خط ”شاد اقبال“ کے مجموعے سے لے کر صفحہ ۳۰۹ پر درج کیا گیا ہے جس میں صحیح تاریخ ۲۴ جنوری ۱۹۲۳ء درج ہے ۔ اس خط میں متعلقہ موضوع کے بارے میں یہ الفاظ لکھے گئے ہیں :

”سرکار نے میرے خطاب کے متعلق جو کچھ سنا ہے صحیح ہے ۔ یہ ”اسرار خودی“ کا انگریزی ترجمہ ہونے اور اس پر یورپ اور امریکہ میں متعدد ریویو چھپنے کا نتیجہ ہے ۔ دنیوی نقطۂ نگاہ سے یہ ایک قسم کی عزت ہے مگر ہر عزت فقط اللہ کے لیے ہے ۔“ (شاد اقبال ، ص ۱۳۵)

اقبال نے یہ الفاظ مہاراجہ کے خط محررہ ۴ جنوری ۱۹۲۳ء کے جواب میں لکھے تھے۔ شاد نے اپنے خط میں لکھا تھا :

''خارجاً سنا گیا ہے کہ یکم جنوری سنہ ۲۳ء کو آپ کو سر کا خطاب برٹش گورنمنٹ سے عطا فرمایا گیا ہے۔ فقیر شاد یہ سن کر بے حد خوش ہوا۔ اور دلی خوشی کے ساتھ آپ کو مبارک باد دیتا ہے۔ آپ اس کی تصدیق اپنے قلم سے کیجیے۔'' (شاد اقبال ، ص ۱۳۱)

معلوم ہوتا ہے کہ خطاب یافتگی کے اس اہم واقعہ کو دو سنین کے تحت درج کرتے ہوئے بھی مرتب کو اس التباس کا احساس نہیں ہو سکا !

اس ایک مثال سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ خطوط اقبال کو مرتب کرتے وقت اس اہم پہلو کو مرتبین نے کس طرح نظر انداز کر دیا ہے۔

اب اختصار کے ساتھ بعض خطوط کی تاریخوں کی تصحیح یا تعیین کے بارے میں بحث کی جائے گی۔ پہلے ہم اقبال نامہ حصہ اول کو لیتے ہیں۔ پھر دوسرے مجموعوں پر نظر ڈالی جائے گی۔

۱۔ اقبال نامہ ، حصہ اول ، صفحہ ۸۴ ، خط بنام سید سلیمان ندوی ، مسلسل نمبر ۳۹ (روح مکاتیب اقبال میں اس خط کا خلاصہ صفحہ ۲۱۳ پر دیا گیا ہے سلسلہ نمبر ۲۷۸) ۔ تاریخ محررہ ۸ دسمبر ۱۹۱۸ء ۔

اس خط کے دو مندرجات پر غور کرنے سے صحیح تاریخ ذہن میں آ سکتی ہے۔ شروع میں لکھا ہے : ''رموز بے خودی'' کی لغزشوں سے آگاہ کرنے کا وعدہ آپ نے کیا تھا ، اب تو ایک ماہ سے بہت زیادہ عرصہ ہوگیا ، امید کہ توجہ فرمائی جائے گی۔'' اگر حوالے کے لیے خط مسلسل نمبر ۳۷ محررہ ۱۰ مئی ۱۹۱۸ء دیکھ لیا جائے تو مسئلہ حل ہو جاتا ہے۔ اس خط میں اقبال نے ''معارف'' میں مثنوی رموز بے خودی پر ریویو کے بارے میں سپاس گزاری کی ہے اور لکھا ہے ''الفاظ و محاورات کے متعلق جو کچھ آپ نے لکھا ہے ضرور صحیح ہوگا ۔ لیکن اگر آپ ان لغزشوں کی طرف بھی توجہ فرماتے تو میرے لیے آپ کا ریویو زیادہ مفید ہوتا ۔ اگر آپ نے غلط الفاظ و محاورات نوٹ کر رکھے ہیں تو مہربانی کر کے مجھے ان سے آگاہ کیجیے کہ دوسرے ایڈیشن میں ان کی اصلاح ہو جائے (صفحہ ۸۲) ان دونوں خطوں کے مذکورہ بالا مندرجات کے تعلق پر غور کیا جائے تو ان کا زمانی فاصلہ دو تین ماہ کا تو ہو سکتا ہے مئی اور دسمبر یعنی آٹھ ماہ کا نہیں ہو سکتا ۔ پھر آٹھ دسمبر کے خط کے آخری الفاظ پر غور کیجیے ۔'' دساتیر کے حوالوں کے متعلق آپ نے لکھا تھا ، اس وقت اورینٹل کالج لاہور کا کتب خانہ بند تھا اور اب بھی بند ہے ۔ اکتوبر میں

کھلے گا۔'' کالج موسم گرما کی تعطیلات کے بعد اس زمانے میں یکم اکتوبر کو کھلا کرتے تھے۔ اس لحاظ سے اس خط کی تاریخ ۸ دسمبر نہیں بلکہ ۸ ستمبر ممکن ہے۔ غالباً مرتب نے اس خط کا متن پڑھتے وقت ستمبر کو دسمبر پڑھ لیا (اس قسم کی ایک صورت آگے بھی آئے گی جس کے ساتھ ہم متعلقہ خط کا عکس بھی پیش کر رہے ہیں)

۲۔ اقبال نامہ، حصہ اول، صفحہ ۱۲۲، خط بنام سید سلیمان ندوی، مسلسل نمبر ۶۰ (روح مکاتیب اقبال میں اس خط کا خلاصہ ۲۹۸ پر دیا گیا ہے۔ سلسلہ نمبر ۳۹۴) تاریخ محررہ ۲۲ اگست ۱۹۲۲ء۔

صحیح تاریخ کا تعین اس خط میں مندرج دو باتوں سے ہو سکتا ہے:

(۱) ''میرے لکچر آکسفورڈ یونیورسٹی چھاپ رہی ہے، اردو ترجمہ نیازی صاحب نے ختم کر لیا ہے'' (ص ۱۲۳)

(۲) ''فی الحال میں مولوی نورالحق صاحب کی مدد سے مباحث مشرقیہ دیکھ رہا ہوں'' (ص ۱۲۴)

مولوی نورالحق اوریئنٹل کالج لاہور میں مولوی عبدالعزیز میمنی کی جگہ دسمبر ۱۹۲۵ء میں ایڈیشنل مولوی مقرر ہوئے اور ۱۹۴۲ء میں سبکدوش ہوئے۔ مباحث مشرقیہ کا استفادہ اسی دوران میں ہوا ہوگا۔ دوسرے اقبال نے ۱۹۲۹ء میں مدراس اور علی گڑھ میں جو لیکچر دیے ان کا پہلا ایڈیشن ۱۹۳۰ء میں چھپا۔ دوسرا ایڈیشن آکسفورڈ یونیورسٹی نے ۱۹۳۴ء میں چھاپا۔ ۱۹۳۳ء میں یہ طباعت شروع تھی اور اقبال اس کے پروف دیکھ رہے تھے (بحوالہ مکتوبات اقبال بنام نیازی، ص ۱۱۷) نیازی صاحب خطبات کے بیشتر حصے کا ترجمہ ۱۹۳۳ء تک کر چکے تھے غالباً ختم نہیں کیا تھا (ایضاً، ص ۱۱۵)

ان حوالہ جات سے مذکورہ بالا خط کی تاریخ قطعی طور پر ۲۲ اگست ۱۹۳۳ء متعین ہو جاتی ہے۔

۳۔ اقبال نامہ، حصہ اول، صفحہ ۱۶۱، خط بنام سید سلیمان ندوی، مسلسل نمبر ۷۷، تاریخ محررہ ۲۲ ستمبر ۱۹۳۹ء یہ فروگزاشت واضح طور پر سہو کتابت کا نتیجہ ہوگی۔ بہر حال مسلسل نمبر ۷۶ محررہ ۲ ستمبر ۱۹۲۹ء اور مسلسل نمبر ۷۸ محررہ ۲۸ ستمبر ۱۹۲۹ء کے مضمون سے تعلق ہے۔ اس لیے یہ خط بھی ۱۹۲۹ء کا ہے۔

۴۔ اقبال نامہ، حصہ اول، صفحہ ۱۷۶، خط بنام سید سلیمان ندوی، مسلسل

نمبر ۸۹، تاریخ محررہ ۸ اکتوبر ۱۹۳۳ء - اس خط سے پہلے دو خطوط مسلسل نمبر ۸۷، ۸۸ ایک ہی روز ۱۴ اکتوبر کو لکھے گئے - مذکورہ خط افغانستان روانگی (۲۰ اکتوبر) سے دو روز پہلے لکھا گیا - خط کا آغاز اس فقرے سے ہوتا ہے ''آپ کا تار کل ملا جس سے معلوم ہوا کہ ۱۷ اکتوبر تک آپ کو پاسپورٹ نہیں مل سکا -'' اس سے اس خط کی صحیح تاریخ ۱۸ اکتوبر ۱۹۳۳ء متعین ہو جاتی ہے -

۵- اقبال نامہ ، حصہ اول ، صفحہ ۱۹۶ ، خط بنام سید سلیمان ندوی ، مسلسل نمبر ۱۰۰ ، تاریخ محررہ ۲۳ اگست ۱۹۳۳ء - یہ خط بھوپال سے لکھا گیا ہے جہاں اقبال گلے کے برقی علاج کے سلسلے میں گئے ہوئے تھے ، یہ واقعہ ۱۹۳۵ء کا ہے - خط نمبر ۹۷ تا ۹۹ بھی بھوپال سے لکھے گئے - ان خطوط کی تاریخیں درست ہیں - اس لیے زیر بحث خط کا سنہ بھی ۱۹۳۵ء صحیح ہے -

۶- اقبال نامہ ، حصہ اول ، صفحہ ۲۱۷ ، خط بنام پروفیسر شجاع ، مسلسل نمبر ۱۰۹ - خط بلا تاریخ ہے - کتاب ''سیرالسما'' کے حوالے سے اقبال نامہ حصہ دوم کے خطوط نمبر ۱۷۴ تا ۱۷۸ (بنام مولوی صالح محمد) کو دیکھا جائے تو مذکورہ خط ۱۹۳۰ء جولائی یا اگست میں لکھا گیا -

۷- اقبال نامہ ، حصہ اول ، صفحہ ۲۲۹ ، خط بنام سید غلام میران شاہ ، مسلسل نمبر ۱۲۰ ، تاریخ محررہ ۴ ستمبر ۱۹۳۷ء - اس سے پہلے خط نمبر ۱۱۹ محررہ ۲ دسمبر ۱۹۳۷ء میں سفر حج کا موضوع زیر بحث آ چکا تھا - مذکورہ خط کا یہ فقرہ ''عراق کی طرف سے جو راستہ جاتا ہے.... الخ'' اسی بحث سے متعلق ہے - لہذا اس خط کی صحیح تاریخ ۴ ستمبر نہیں ، بلکہ ۴ دسمبر ۱۹۳۷ء ہے -[1]

۸- اقبال نامہ ، صفحہ ۲۳۴ ، خط بنام مولانا عبدالماجد دریا بادی ، مسلسل نمبر ۱۲۴ ، (روح مکاتیب اقبال میں اس خط کا خلاصہ صفحہ ۲۸۸ ، ۲۸۹ پر دیا گیا ہے ، مسلسل نمبر ۱۹۴) تاریخ محررہ ۱۷ اپریل ۱۹۲۲ء -
اس خط میں یہ فقرہ قابل توجہ ہے : ''پیام مشرق'' اپریل کے آخر تک شائع ہو جائے گا -'' یہاں پیام مشرق کے پہلے ایڈیشن کا تذکرہ ہوا ہے جو

۱- روح مکاتیب اقبال کے مرتب نے ان دونوں خطوں کی تاریخوں ہی کو بدل ڈالا ہے - یعنی ۴ ستمبر کو تو ۴ دسمبر بنا دیا ہے (صفحہ ۶۷۰) اور ۲ دسمبر کو ۲ ستمبر بنا دیا ہے (ص ۶۵۸)-

اپریل ۱۹۲۳ء میں شائع ہوا - طباعت اور جلد بندی کے آخری مرحلے پر یہ اطلاع اس خط کی صحیح تاریخ ۱۷ اپریل ۱۹۲۳ء کو متعین کر دیتی ہے - (نیز دیکھیے اگلا خط نمبر ۱۲۵ ، محررہ ۱۱ اکتوبر ۱۹۲۳ء ، جس میں ''پیام مشرق،' کی اشاعت اول پر مولانا اسلم جیرا جپوری کا ریویو زیر بحث آیا ہے)

۹- اقبال نامہ ، حصہ اول ، صفحہ ۲۸۷ ، خط بنام محمد عباس علی لمعہ ، مسلسل نمبر ۱۶۴ ، تاریخ محررہ ۲۱ جون ۱۹۰۴ء ، خط کے آخر میں دی گئی ہے جو صریحاً غلط ہے - معلوم نہیں یہ سہو مرتب ہے یا سہو کاتب - پھر اقبال تاریخ عام طور پر خط کے شروع میں لکھنے کے عادی تھے - یہاں آخر میں ہے - بہرحال لمعہ کے نام اقبال کے بعض خطوط متنازع فیہ ہیں -

۱۰- اقبال نامہ ، حصہ اول ، صفحہ ۳۲۸ ، خط بنام ممنون حسن خاں ، مسلسل نمبر ۱۹۵ ، تاریخ محررہ ۲ اگست ۱۹۳۵ء - خط نمبر ۱۹۲ محررہ ۱۶ جولائی ۱۹۳۷ء اور خط نمبر ۱۹۳ و ۱۹۴ محررہ ۳۱ جولائی ۱۹۳۷ء کے اس مسلسل خط پر ، جس کا تسلسل موضوع بھی سر راس مسعود کی رحلت ہے ، سنہ ۱۹۳۵ء لکھنا اور چھپنا سخت افسوس ناک ہے -

۱۱- اقبال نامہ ، حصہ اول ، صفحہ ۳۲۷ ، خط بنام سر راس مسعود ، مسلسل نمبر ۲۲۰ (روح مکاتیب اقبال میں اس خط کا خلاصہ صفحہ ۵۸۷ پر دیا گیا ہے) تاریخ محررہ ۱۰ دسمبر ۱۹۳۵ء - اس سے اگلا خط (نمبر ۲۲۱) دوسرے روز لکھا گیا ہے جس پر ۱۱ دسمبر ۱۹۳۵ء تاریخ دی گئی ہے (روح مکاتیب اقبال میں اس کا خلاصہ صفحہ ۵۸۸ پر دیا گیا ہے) اتفاق سے اس خط کا عکس بھی مرتب نے صفحہ ۳۲۷ کے سامنے دیا ہے (اس خط کا عکس اس مضمون کے ساتھ صفحہ ۴۴ پر دیا جا رہا ہے -)

۱۰ دسمبر ۱۹۳۵ء کے خط میں مندرجہ ذیل دو باتیں قابل غور ہیں :

(الف) ''لیڈی مسعود صاحبہ کی خدمت میں عرض ہے کہ میں نے حکیم نابینا صاحب کی خدمت میں ان کی علالت کا تذکرہ کر دیا تھا - وہ نومبر میں تمہارے ساتھ دہلی آئیں تو ضرور ان کو نبض دکھائیں -''

(ب) ''لاہور میں گرمی کی بے انتہا شدت ہے - بارش کا نام و نشان نہیں ہے - سرحد پر جنگ باقاعدہ شروع ہو گئی ہے - معلوم ہوتا ہے مسجد شہید گنج کا اثر وہاں بھی جا پہنچا ہے اور راولپنڈی میں کیا تمام پنجاب میں مسجد کی بازیابی کے لیے جوش و خروش بڑھ رہا ہے -''

سر سید راس مسعود کے نام

1

Dr Sir Mohd. Iqbal. Kt.
M.A., Ph. D. LL.D
Barrister-at-Law

Lahore

Dated 193

لاہور ۱۱ مارچ ۳۵ء

Confidential

ڈیر مسعود — [illegible]

[illegible]

[illegible]

اول تو دسمبر کے مہینے میں ''لاہور میں گرمی کی بے انتہا شدت'' ہی چونکا دیتی ہے - پھر مسجد شہید گنج کا انہدام ۲۲ جولائی کو ہوا، اور اس واقعہ نے سرحد و پنجاب کے مسلمانوں کو مضطرب کر دیا - یہ صورت احوال دسمبر ۱۹۳۵ء سے چند ماہ پہلے کی ہے - لیڈی مسعود کی علالت جولائی ۱۹۳۵ء کے شروع میں ان کے زچگی اور مردہ بچہ پیدا ہونے سے متعلق ہے ملاحظہ فرمائیے خط نمبر ۲۱۷ ، نیز اقبال نامہ حصہ دوم ، صفحہ ۲۳۷) حکیم نابینا کو نبض دکھانے کا مشورہ نومبر میں دیا جا رہا ہے - اس لیے یہ خط دسمبر میں نہیں بلکہ نومبر سے قبل لکھا گیا - صحیح صورت یہ ہے کہ یہ خط ۱۰ ستمبر کو لکھا گیا اور مرتب نے اسے ۱۰ دسمبر پڑھ لیا - اگلے روز کے خط (نمبر ۲۲۱) کے عکس کو ملاحظہ فرمائیے، یہاں ۱۱/ ستمبر ۳۵ء لکھا ہے لیکن مرتب نے اسے بھی ۱۱ دسمبر پڑھا ہے - لہذا خط نمبر ۲۲۰ اور خط نمبر ۲۲۱ کی صحیح تاریخیں علی الترتیب ۱۰ ستمبر اور ۱۱ ستمبر ۱۹۳۵ء ہیں -

۱۲- اقبال نامہ ، حصہ اول - صفحہ ۲۰۷ ، خط بنام مسعود عالم ندوی ، مسلسل نمبر ۲۳۱ ، تاریخ محررہ ۲۸ مئی ۱۹۳۹ء - صریحاً غلط چھپی ہے - ''اطبا نے لکھنا پڑھنا بند کرا دیا ہے ، اس واسطے تمام دن لیٹے لیٹے گزر جاتا ہے -'' اس سے ظاہر ہے یہ خط آخری زمانۂ علالت کے دوران لکھا گیا -

۱۳- اقبال نامہ ، حصہ اول ، صفحہ ۹۳ خط بنام ؟ ، مسلسل نمبر ۲۶۳ - تاریخ محررہ ۲ ستمبر ۱۹۲۲ء (خط کے آخر میں) یہ فقرہ پڑھیے ''کل شیخ عبدالحمید صاحب کا تار آیا کہ نعیم صاحب کو کاغذات بھیج دیے گئے ہیں -'' یہ کاغذات مسلمانان کشمیر کے مقدمات سے متعلق ہیں جو سید نعیم الحق بیرسٹر پٹنہ کو بھیجے گئے - سید نعیم الحق کے نام اقبال کے انگریزی خطوط لیٹرز اینڈ رائیٹنگز آف اقبال صفحہ ۲۰-۲۳ پر ہیں - اقبال نامہ حصہ اول میں ان کا ترجمہ دیا گیا ہے - یہ خطوط ۱۳ جنوری ۱۹۳۴ء تا ۹ فروری ۱۹۳۴ء کشمیری مسلمانوں کے مقدمات سے متعلق ہیں اور ان میں شیخ عبدالحمید کے مرسلہ کاغذات کا حوالہ بھی ہے - اقبال نامہ میں ایک خط ۲۵ دسمبر ۱۹۳۳ء کا ہے- لہذا مذکورہ بالا خط کی تاریخ ۱۹۲۲ء درست نہیں - غالباً یہ سنہ ۱۹۳۳ء ہے- اگلے خط نمبر ۲۶۴ پر تاریخ درج نہیں لیکن مذکورہ بالا خط سے اس کی تاریخ بھی متعین ہو جاتی ہے -

۱۴- اقبالنامہ ، حصہ دوم ، صفحہ ۱۶۲ ، بنام پروفیسر محمد اکبر منیر ، مسلسل نمبر ۵۹ (روح مکاتیب اقبال میں خلاصہ ، صفحہ ۲۸۶ نمبر ۲۱۴) اس خط

پر تاریخ کا اندراج نہیں ہے - تاہم متن کے چند حوالوں سے اس کی تاریخ تحریر کا تعین ہو جاتا ہے :

(ا) ''ہندوستان میں بظاہر مہاتما گاندھی کی گرفتاری کے بعد امن و سکون ہے مگر قلوب کا ہیجان حیرت انگیز ہے - اتنے عرصے میں اتنا انقلاب تاریخ امم میں بے نظیر ہے - ہم لوگ جو انقلاب سے خود متاثر ہونے والے ہیں ، اس کی عظمت اور اہمیت کو اس قدر محسوس نہیں کرتے - آئندہ نسلیں اس کی تاریخ پڑھ کر حیرت میں ڈوب جائیں گی-''

(ب) ''ایشیا کی مسلمان اقوام کی حرکت بھی کم حیرت انگیز نہیں - کیا عجب کہ اس نئی بیداری کو ایک نظر دیکھنے کے لیے میں بھی جولائی یا اگست کے مہینے میں ایرن جا نکلوں''

(ج) ''اس دفعہ مجھے درد نقرس (گوٹ) کی وجہ سے سخت تکلیف رہی - کامل دو ماہ چارپائی سے اتر نہیں سکا-''

(د) ''اردو نظم 'خضر راہ' جو میں نے حال میں لکھی ہے ، ارسال خدمت کروں گا -''

(ہ) گوئٹے کے دیوان کے جواب میں 'پیام مشرق' میں نے لکھی ہے جو قریب الاختتام ہے -

اب ان حوالوں پر غور فرمائیے- قلوب کا ہیجان اور انقلاب، تحریک خلافت اور ترک موالات کا ہے جس کے برصغیر کی تاریخ سیاست پر گہرے اثرات مرتسم ہوئے- گاندھی کی گرفتاری چورا چوری کے واقعہ (مارچ ۱۹۲۲ء) کے فوراً بعد ہوئی جس کے بعد تحریک دم توڑ گئی -

نقرس کی یہ تکلیف مارچ ، اپریل ۱۹۲۲ء میں رہی -

'خضرراہ' ۱۶ اپریل ۱۹۲۲ء کو انجمن حمایت اسلام کے سالانہ اجلاس میں پڑھی گئی - ''پیام مشرق'' ۱۹۲۲ء میں قریب الاختتام تھی - اپریل ۱۹۲۳ء میں اس کا پہلا ایڈیشن چھپا -

ایران جانے کے لیے جولائی یا اگست (چیف کورٹ میں رخصت) کا زمانہ تجویز کیا جا رہا ہے -

اندریں حالات یہ خط اپریل یا مئی ۱۹۲۲ء میں لکھا گیا -

۱۵- اقبالنامہ ، حصہ دوم ، صفحہ ۱۷۲ ، خط بنام سر کشن پرشاد شاد ، مسلسل نمبر ۶۴ شاد اقبال ، صفحہ ۳-۴ (روح مکاتیب اقبال میں خلاصہ صفحہ ۱۵۷ ، نمبر ۱۷۰) تاریخ محررہ یکم نومبر ۱۹۱۶ء

اس خط کی یہ عبارت غور طلب ہے :

''لاہور سے ایک ماہ کی غیر حاضری کا مقصد سیاحت نہ تھا ۔ اگر سیاحت کے مقصد سے گھر سے باہر نکلتا تو ممکن نہ تھا کہ اقبال آستانۂ شاد تک نہ پہنچے۔ مقصد محض آرام تھا۔ لاہور کورٹ میں تعطیل تھی۔ کچھری بند تھی اور میں چاہتا تھا کہ کسی جگہ جہاں لوگ میرے جاننے والے نہ ہوں چلا جاؤں اور تھوڑے دنوں کے لیے آرام کروں۔ پہاڑ جانے کے لیے سامان موجود تھا مگر صرف اسی قدر کہ تنہا جا سکوں ۔ تنہا جا کر ایک پر فضا مقام میں آرام کرنا اور اہل و عیال کو گرمی میں چھوڑ جانا بعید از مروت معلوم ہوا ۔ اس واسطے ایک گاؤں چلا گیا جہاں ویسی ہی گرمی تھی جیسی لاہور میں ، مگر آدمیوں کی آمدو رفت نہ تھی ۔''

''یہ غیر حاضری'' ماہ اگست یا ستمبر میں ہوئی ہوگی اور واپسی پر فوراً شاد کے خط کا جواب دیا جا رہا ہے ۔ اس لیے یہ خط یکم نومبر کو نہیں بلکہ یکم ستمبر یا اکتوبر کو لکھا جانا ممکن ہے ۔ بعد کے خط (نمبر ۶۵) محررہ ۳۱ اکتوبر ۱۹۱۶ء سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے جو شاد کے خط محررہ ۱۰ اکتوبر ۱۶ء کے جواب میں ہے ۔ (اقبالنامہ ۲ ، صفحہ ۱۷ ، شاد اقبال صفحہ ۶ ، ۷) مہاراجہ نے ۱۰ اکتوبر ۱۶ء کے خط کا آغاز ہی یہاں سے کیا ہے :

''مائی ڈیر اقبال ۔ آپ کا خط مورخہ یکم اکتوبر ۱۶ء مجھے ملا ۔ اے وقت تو خوش کہ وقت ما خوش کر دی . . . . الخ'' (شاد اقبال ، ۴) یہ خط اقبال کے اسی خط کے جواب میں ہے جس پر سہواً یکم نومبر ۱۶ء لکھ دیا گیا ۔ اس کے داخلی شواہد موجود ہیں ۔ اقبال نے اپنے خط میں اردو نظم ''اقلیم خاموشاں'' کے تخیل کا ذکر کیا اور شاد اپنے خط میں اسے بے چینی سے دیکھنے اور انتظار کرنے کا اظہار کرتے ہیں ۔

روح مکاتیب اقبال کے خلاصہ نگار کے سامنے یہ سارے شواہد موجود تھے لیکن اس نے صرف یہ کیا ہے کہ ۳۱ اکتوبر کے خط کو مقدم کر دیا ہے اور یکم نومبر والے خط کو مؤخر، لیکن اس ایک روز کے فرق سے مضمون خط میں جو الجھاؤ پیدا ہو گیا ہے ، اس پر غور نہیں کیا ۔

۱۶ - اقبالنامہ ، حصہ دوم ، صفحہ ۲۳۳ ، بنام پروفیسر میاں محمد شریف ، مسلسل نمبر ۸۸ (روح مکاتیب اقبال ، صفحہ ۳۴۴ ، نمبر ۵۳۱) تاریخ محررہ ۱۹ جنوری ۱۹۲۵ء ۔

اس خط کی تاریخ کے سلسلے میں اس عبارت پر غور کیا جائے:

”علی گڑھ یونیورسٹی نے میری جو قدر افزائی کی ہے اس کے لیے میں ان کا نہایت شکر گزار ہوں ۔ یہ اعزاز اور بھی گراں ہو جاتا ہے جب میں یہ خیال کرتا ہوں کہ میرا کوئی حق اس یونیورسٹی پر نہ تھا اور نہ عام طور پر علی گڑھ تحریک سے میرا کوئی خاص تعلق رہا ہے ۔“

یہ قدر افزائی علی گڑھ یونیورسٹی کی طرف سے ڈی ۔ لٹ کی اعزازی ڈگری عطا ہونے کی صورت میں تھی ۔ یہ واقعہ دسمبر ۱۹۳۴ء کا ہے۔ ڈی ۔ لٹ کی سند پر ۲۲ دسمبر ۱۹۳۴ء (۴ رمضان ۱۳۵۳ھ) تاریخ درج ہے ۔ مذکورہ خط اس کے بعد لکھا گیا۔ لہٰذا اس کی صحیح تاریخ ۱۹ جنوری ۱۹۳۵ء ہے۔

۱۷- اقبالنامہ ، حصہ دوم ، صفحہ ۲۳۶ ، بنام عبدالرشید ، مسلسل نمبر ۹۰ (اصل انگریزی خط ”لیٹرز اینڈ رائیٹنگز آف اقبال“ صفحہ ۱۹) تاریخ درج نہیں ہے ۔ لیکن امتل (لیڈی مسعود) اور مسعود (راس مسعود) کا حوالہ اور ان کے نومبر میں دہلی جانے اور حکیم نابینا کو نبض دکھانے کا حوالہ موجود ہے۔ راس مسعود کے نام اقبال کے خطوط (اقبالنامہ حصہ اول مسلسل نمبر ۲۱۷ و ۲۲۰) دیکھے جائیں تو یہ خط جولائی ۱۹۳۵ء میں تحریر ہوا ہو گا ۔

۱۸- مکاتیب اقبال بنام گرامی ، صفحہ ۹۲ - ۹۳ ، نمبر ۲ - (روح مکاتیب اقبال ، صفحہ ۹۷ ، نمبر ۵۶) تاریخ کا اندراج نہیں ہے ۔ مرتب نے تعلیقات میں لکھا ہے : ”یہ خط ۱۹۱۰ء اور ۱۹۱۲ء کے درمیان کا معلوم ہوتا ہے ، ایک تو اس وجہ سے کہ اقبال کی ملاقات مہاراجہ سر کشن پرشاد سے مارچ ۱۹۱۰ء میں ہوئی تھی . . . . دوسرے اس وجہ سے کہ گرامی کے جن اشعار کی تعریف کی ہے وہ جارج پنجم کے دربار دہلی ۱۹۱۱ء میں شرکت اور سیر دہلی کے بعد لکھے گئے تھے ۔“ ص ۹۳-۹۵ لیکن خط کے مندرجات سے تاریخ کا تعین ۱۹۱۰ء اور ۱۹۱۲ء کے درمیان نہیں بلکہ ۱۹۱۲ء کا آغاز (غالباً جنوری) ہے ۔ ملاحظہ فرمائیے :

”ڈیر مولانا گرامی ، السلام علیکم

آپ کا خط اسی روز پہنچا جس روز میں دہلی جا رہا تھا ۔ اشعار نے خوب مزا دیا ۔ کیا خوب کہا ہے :

ذوقِ وارفتگیٔ کج کلہانِ دہلی

ہر شعر اور ہر مصرع لا جواب ۔ کاش آپ بھی دہلی تشریف لاتے تو دو چار روز جو میں وہاں رہا خوب کٹ جاتے ۔ مہاراجہ صاحب بہادر سے ملاقات ہوئی ۔ میں نے انھیں کے دولت خانے میں قیام کیا اور دل کو ان کے شکریوں سے مملو واپس لایا . . . . الخ‘‘

یہ ملاقات اور قیام مارچ ۱۹۱۰ء کے سفر حیدر آباد سے تعلق نہیں رکھتا ۔ اس سفر میں اقبال کا قیام اکبر حیدری کے ہاں تھا ، البتہ ملاقات مہاراجہ سے بھی ہوئی تھی ۔ یہ قیام سفر دہلی سے متعلق ہے ۔ غالباً مہاراجہ صاحب شاہی دربار کے سلسلے میں دہلی میں مقیم تھے ۔ گرامی کے اشعار سیر دہلی کا نتیجہ ہیں یا تخیل کا کرشمہ ، یہ مسئلہ غور طلب ہے ۔ اگر اقبال کا یہ سفر دربار کے موقع پر ہے تو وہ گرامی کے دہلی تشریف لانے کی خواہش یوں نہ کرتے ۔ اگر گرامی دربار کے موقع پر دہلی میں موجود تھے تو یہ خط دربار کے کچھ عرصہ بعد لکھا گیا ۔ اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اقبال دربار کے موقع پر نہیں بلکہ اس کے بعد دہلی گئے جب مہاراجہ وہاں موجود تھے لیکن گرامی موجود نہیں تھے ۔

۱۹ ۔ مکاتیب اقبال بنام گرامی ، صفحہ ۲۰۳ ، مسلسل نمبر ۰۷ (روح مکاتیب اقبال ، صفحہ ۲۹۱ ، نمبر ۳۲۴) تاریخ محررہ ۲۴ اپریل ۱۹۲۲ء ، مقام ترسیل لاہور ۔ یہ دونوں باتیں درست نہیں ہیں ۔ خط کی شروع کی عبارت پڑھیے :

’’مخدومی مولانا گرامی ۔ السلام علیکم ! نوازش نامہ لاہور سے ہوتا ہوا آج مجھے لدھیانے میں ملا ۔ میں چند روز سے یہاں ہوں ۔ کل لاہور واپس جاؤں گا ۔ مجموعہ اردو ابھی تیار نہیں ہوا ۔ پیام مشرق خدمت والا میں پہونچے گا ۔ میں آٹھ روز سے یہاں ہوں ۔ لاہور ہوتا تو کتاب آپ کی خدمت میں پہونچ جاتی ۔ اس کی اشاعت کو دو ہفتہ سے زیادہ نہیں گزرا . . . . الخ‘‘

یہ خط لاہور سے نہیں بلکہ لدھیانے سے لکھا جا رہا ہے ۔ پیام مشرق کی پہلی اشاعت اپریل ۱۹۲۳ء میں ہوئی اور یہاں اسی کا حوالہ ہے ۔ مجموعہ اردو (بانگ درا) اگلے سال پیام مشرق کی دوسری اشاعت کے بعد چھپا ۔ اس لیے اس خط کی درست تاریخ تحریر ۲۴ اپریل ۱۹۲۳ء ہے ۔

راقم نے اس مقالے میں جستہ جستہ اقبال کے کچھ خطوط کی غلط تاریخوں کی تصحیح کی ہے جو وقتاً فوقتاً مطالعے کے دوران علم میں آتی رہیں اور اس امر کی نشاندہی کرنے کی کوشش کی ہے جس کے مطابق اس کام کو مزید آگے بڑھایا جا سکتا

ہے ۔ امید ہے کہ مکاتیب اقبال کے مرتبین آئندہ اس امر کو بھی پیش نظر رکھیں گے ۔ مکاتیب اقبال کی تدوین نو اقبالیاتی اداروں کا کام ہے ، کیونکہ ان کے پاس ریکارڈ بھی ہے اور طباعت و اشاعت کی سہولتیں اور معقول گرانٹیں بھی — لیکن یہ کام اس انداز میں نہیں ہونا چاہیے کہ کسی کو یہ کہنے کا موقع ملے کہ متعلقہ اصحاب نے آموں کے آم اور گٹھلیوں کے دام کھرے کرنے پر زیادہ توجہ کی ہے ، اقبال سے انھیں کوئی ہمدردی اور اقبال شناسی سے انہیں کوئی دلچسپی نہیں ۔